مولانا عبد المالک[1]

جنگی اخلاقیات؛ احادیثِ نبویہ کے آئینے میں[2]

'انٹرنیشنل کمیٹی برائے ریڈ کراس' کے زیر اہتمام ۱۶ مئی ۲۰۱۱ء کو آواری ہوٹل لاہور میں مختلف مکاتبِ فکر کے علما کا ایک سیمینار منعقد ہوا جس کا موضوع 'جنگ سے متاثرین کے حقوق اور اسلامی آداب' تھا۔ سیمینار مذکور میں مدیر اعلیٰ 'محدث' نے بھی 'اسلامی جہاد کے آداب' پر فاضلانہ خطاب کیا۔ زیر نظر مقالہ مولانا عبد المالک نے اسی سیمینار کی پہلی نشست میں پڑھا، جو اپنے موضوع پر جامع اور پر مغز ہونے کی بنا پر مکمل شائع کیا جارہا ہے۔ اسلامی جہاد کے بارے میں نبویؐ ہدایات ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ انسانی حقوق کے مغربی محافظ بلند بانگ دعووں کے بعد خود اپنی ناجائز جنگوں میں کن آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ح م

اسلام نے جنگ کے ان تمام وحشیانہ حرکات کو روک دیا ہے جو جاہلیت کی لڑائیوں میں کی جاتی تھیں، مثلاً

غیر اہل قتال کی حرمت

اسلام نے محاربین کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے: اہل قتال اور غیر اہل قتال

اہل قتال وہ ہیں جو جنگ میں عملاً حصہ لیتے ہیں اور غیر اہل قتال وہ جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے مثلاً عورتیں، بچے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضا یعنی معذور، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین، زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور، ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔ اسلام نے طبقہ اول کے لوگوں کو جہاد کے دوران قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور طبقہ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے اسلام منع کرتا ہے۔ ایک مرتبہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی لاش پڑی دیکھی تو ناراض ہو کر فرمایا کہ

۱ صدر اتحاد العلما، پاکستان..... ورئیس مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ
۲ تخریج احادیثِ مبارکہ از مدیر معاون ماہنامہ 'محدث' لاہور

«ماکانت هذه تقاتل » "یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی"

اور سالارِ فوج حضرت خالد کو کہلا بھیجا: «لاتقتلن امرأة ولاعسیفا»[1]

"عورت اور اجیر کو ہر گز قتل نہ کرو۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی عام ممانعت فرمادی: «فنهٰي النبي عن قتل النساء والصبیان»[2] "نبی کریم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے روک دیا۔" ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لاتقتلوا شیخًا فانیًا ولاطفلا صغیرًا ولاامرأة ولاتغلوا وضموا غنائمکم وأصلحوا وأحسنوا إن الله یحب المحسنین»[3]

"کسی بوڑھے ضعیف، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل مت کرو اور اموالِ غنیمت میں چوری نہ کرو۔ جنگ میں جو کچھ ہاتھ میں آئے سب کو ایک جگہ جمع کرو۔ نیکی اور احسان کرو، اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے۔"

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے پہلے سے ہدایت فرمادی کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا، جو کوئی جان بچا کر بھاگے اس کا پیچھا نہ کرنا اور جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے، اسے امان دینا۔

عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ

"آنحضرت ﷺ جب کبھی فوج بھیجتے تھے تو ہدایت کر دیتے تھے کہ معابد کے بے ضرر خادموں اور خانقاہ نشین زاہدوں کو قتل نہ کرنا:

«لاتقتلوا... أصحاب الصوامع»[4]

خلاصہ یہ کہ وہ تمام لوگ جو لڑنے سے معذور ہیں، قتال سے مستثنیٰ ہیں بشر طیکہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں۔ لیکن اگر بیمار فوجوں کی رہنمائی کر رہا ہو، عورت جاسوسی کر رہی ہو، بچہ خفیہ خبریں لا رہا ہو یا مذہبی رہنما فوج کو جنگ کا جوش و جذبہ دلا رہا ہو، تو اس کا قتل جائز ہو گا۔

۱ سنن ابو داود: ۲۶۶۹
۲ صحیح بخاری: ۲۸۵۲
۳ سنن ابو داود: ۲۶۱۴
۴ مسند احمد: ۲۶/۴

غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز

عرب میں قاعدہ تھا کہ راتوں کو اور خصوصاً رات کے آخری حصہ میں جب لوگ سو رہے ہوتے اچانک حملہ کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عادت کو بند کر دیا:

«کان إذا جاء قومًا لم یغر حتی یصبح»[1]

''آپ جب کسی دشمن پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہوتی حملہ نہ کرتے۔''

آگ میں جلانے سے ممانعت

عرب اور غیر عرب شدتِ انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے اس وحشیانہ حرکت کو بھی ممنوع قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لاینبغي أن یعذب بالنار إلا ربّ النار»[2]

'' آگ کا عذاب صرف آگ کے رب کو ہی لائق ہے کہ وہ دے۔''

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زنادقہ کو جلایا تھا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اُنہیں نبی کریم ﷺ کا یہ حکم سنایا: «لا تعذبوا بعذاب الله»[3]

آگ اللہ کا عذاب ہے۔ اس سے بندوں کو عذاب نہ دو۔

ہاتھ باندھ کر قتل کرنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو باندھ کر قتل کرنے اور تکلیف دے کر قتل کرنے سے منع کر دیا۔ عبید بن یعلی کا بیان ہے کہ ہم عبد الرحمن بن خالد کے ساتھ جنگ پر گئے تھے، ایک موقع پر ان کے پاس لشکرِ اعدا میں سے چار نوجوان پکڑے ہوئے آئے۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ انھیں باندھ کر قتل کیا جائے۔ اس کی اطلاع حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ہوئی تو اُنہوں نے کہا: ''سمعت رسول الله ﷺ ینهی عن قتل الصبر فو الذي نفسي بیده

---

۱ صحیح بخاری: ۲۷۸۴
۲ سنن ابو داؤد: ۵۲۶۸
۳ صحیح بخاری: ۶۵۲۴

لو كانت الدجاجة ما صبرتها"[1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے باندھ کر قتل کرنے سے روکا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اسے باندھ کر قتل نہ کرتا۔"

عبد الرحمن کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اسکے کفارہ میں چار غلام آزاد کیے۔

لوٹ مار کی ممانعت

جنگِ خیبر میں صلح ہو جانے کے بعد جب اسلامی فوج کے نئے نوجوان بے قابو ہو گئے اور اُنہوں نے غارت گری شروع کر دی تو آپ نے عبد الرحمن بن عوف کو حکم دیا: لشکر کو نماز کے لیے جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

"تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ، ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھا جاؤ حالانکہ جو اُن پر واجب تھا، وہ تم کو دے چکے۔"

عبد اللہ بن یزید روایت کرتے ہیں:

نهى النبى ﷺ عن النهبى والمثلة[2]

"نبی ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ سے روکا ہے۔"

راستے میں لوگوں کے جانوروں کا دودھ بھی بلا اجازت لینے کی ممانعت فرمادی۔

تباہ کاری کی ممانعت

فوج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتل عام، آتش زنی کرنا، جنگجوؤں کے گروہوں میں عام ہے۔ اسلام اسے فساد قرار دیتا ہے اور اس کی کلی ممانعت قرآن میں ہے:

﴿وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ

1 سنن ابو داود: ۲۶۶۷
2 صحیح بخاری: ۲۳۴۲

الْفَسَادَ﴾[1]

''جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

مثلہ کی ممانعت

دشمن کی لاشوں کو بے حرمت کرنے اور ان کے اعضا کی قطع و برید کرنے کو بھی اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ انصاری روایت کرتے ہیں:

«نهى النبي ﷺ عن النهبى والمثلة»[2]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار اور مثلہ سے منع فرمایا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوجوں کو بھیجتے وقت جو ہدایات دیتے تھے، ان میں تاکید فرماتے:

«لاتغدروا ولاتغلوا ولاتمثلوا»[3]

''بدعہدی نہ کرو غنیمت میں خیانت نہ کرو اور مثلہ نہ کرو۔''

قتل اسیر کی ممانعت

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب شہر میں داخل ہونے لگے تو فوج میں اعلان کرا دیا تھا:

«لاتجهزن على جريح ولا يتبعن مدبرا ولا يقتلن اسيرا ومن اغلق بابه فهو آمن»[4]

''کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے۔ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے۔ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امان میں ہے۔''

قتل سفیر کی ممانعت

سُفرا اور قاصدوں کے قتل کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ مسیلمہ کذاب کے

---

۱ البقرۃ:۲۰۵
۲ صحیح بخاری:۲۳۴۲
۳ مسند احمد:۴۶۱/۴
۴ الرحیق المختوم، ص ۴۳۴، سنن دار قطنی:۶۰/۳

قاصد جب اس کا گستاخانہ پیغام لے کر حاضر ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لولا أن الرسل لا تقتل، لضربت أعناقكما»[1]

''اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔''

اسی سے فقہا نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب کوئی شخص اسلامی سرحد پر پہنچ کر بیان کرے کہ میں فلاں حکومت کا سفیر ہوں اور حاکم اسلام کے پاس پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں تو اس کو امن کے ساتھ داخلہ کی اجازت دی جائے، اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔ اس کے مال و متاع، خدم و حشم حتیٰ کہ اسلحہ سے بھی تعرض نہ کیا جائے؛ اِلّا یہ کہ وہ اپنا سفیر ہونا ثابت نہ کر سکے۔

بدعہدی کی ممانعت

غدر، نقض عہد اور معاہدوں پر دست درازی کرنے کی برائی میں بے شمار احادیث آئی ہیں جن کی بنا پر یہ فعل اسلام میں بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وان ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عامًا»[2]

''جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرے گا، اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہو گی حالانکہ اس کی بو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔''

بدنظمی اور انتشار کی ممانعت

اہل عرب کی عادت تھی کہ جب جنگ کو نکلتے تو راستہ میں جو ملتا، اسے تنگ کرتے اور جب کسی جگہ اُترتے تو ساری منزل پر پھیل جاتے تھے یہاں تک کہ راستوں پر چلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ داعیٔ اسلام نے آکر اس کی بھی ممانعت کر دی۔ ایک مرتبہ جب آپ جہاد کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ کے پاس شکایت آئی کہ فوج میں عہدِ جاہلیت کی سی بد

۱ سنن ابو داؤد: ۲۷۶۱
۲ صحیح بخاری: ۲۹۹۵

نظمی پھیلی ہوئی ہے اور لوگوں نے راستہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے منادی کرائی: «من ضيق منزلا أو قطع طريقًا فلا جهاد له»[1]

''جو کوئی راستہ کو تنگ کرے گا یا راہ گیروں کو لوٹے گا اس کا جہاد نہیں ہو گا۔''

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

«إن تفرقكم في هذه الشعاب والأودية إنما ذٰلكم من الشيطان»[2]

''تمہارا اس طرح وادی میں منتشر ہو جانا ایک شیطانی فعل ہے۔''

ابو ثعلبہ خشنی کا بیان ہے کہ اس کے بعد یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جب اسلامی فوج کسی جگہ اُترتی تو اس کا گنجان پڑاؤ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک چادر تان لی جائے تو سب کے سب نیچے آجائیں۔

شور وہنگامہ کی ممانعت

عرب کی جنگ میں اس قدر شور وہنگامہ برپا ہوتا تھا کہ اس کا نام ہی 'غوغا' پڑھ گیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد بھی عربوں نے یہی طریقہ برتنا چاہا مگر داعی اسلام نے اس کی اجازت نہ دی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''كنا مع رسول الله ﷺ وكنا إذا أشرفنا علىٰ واد هللنا وكبرنا، ارتفعت أصواتنا، فقال النبي ﷺ: «اربعوا علىٰ أنفسكم، إنكم لا تدعون أصم ولا غائبًا، إنه معكم إنه سميع قريب»[3]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب کسی وادی پر پہنچتے تھے تو زور و شور سے تکبیر اور تہلیل کے نعرے بلند کرتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے لوگو! وقار کے ساتھ چلو، تم جس کو پکار رہے ہو وہ نہ بہرہ ہے اور نہ غائب۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہے، سب کچھ سنتا ہے اور بہت قریب ہے۔''

---

۱ سنن ابو داؤد: ۲۶۲۹

۲ ایضاً: ۲۶۲۸

۳ صحیح بخاری: ۲۸۳۰

وحشیانہ افعال کے خلاف عام ہدایات

فوجوں کی روانگی کے وقت جنگی برتاؤ کے متعلق ہدایات دینے کا طریقہ جس سے اُنیسویں صدی کے وسط تک مغربی دنیا نابلد تھی، ساتویں صدی عیسوی میں عرب کے اُمی پیغمبر ﷺ نے جاری کیا تھا۔ داعیٔ اسلام ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ ﷺ کسی سردار کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو پہلے تقویٰ اور خوفِ خدا کی نصیحت کرتے، پھر فرماتے:

«فاغزوا جميعا وفي سبيل الله، فقاتلوا من كفر بالله، ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدًا»[1]

"جاؤ سب اللہ کی راہ میں لڑو، اُن لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں۔ مگر جنگ میں بد عہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔"

خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو ان کو دس ہدایات دی تھیں جن کو تمام مؤرخین اور محدثین نے نقل کیا ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں:

① عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کیے جائیں۔
② مثلہ نہ کیا جائے۔
③ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کے معابد مسمار کیے جائیں۔
④ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔
⑤ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔
⑥ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔
⑦ بد عہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔
⑧ جو لوگ اطاعت کریں، ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔
⑨ اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

1 مستدرک حاکم: ۴/ ۵۸۲

⑩ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

اصلاح کے نتائج

ان احکام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ کو تمام وحشیانہ افعال سے پاک کر دیا جو اس عہد میں جنگ کا لازمی جز و بنے ہوئے تھے۔ اسیرانِ جنگ اور سفرا کا قتل، مُردوں کی بے حرمتی، معاہدین کا قتل، مجروحینِ جنگ کا قتل، غیر اہل قتال کا قتل، اعضا کی قطع وبرید، آگ کا عذاب، لوٹ مار، قطع طریق، فصلوں اور بستیوں کی تخریب، بدعہدی وپیمان شکنی، فوجوں کی پراگندگی وبد نظمی، لڑائی کا شور وہنگامہ، سب کچھ آئینِ جنگ کے خلاف قرار دیا گیا اور جنگ صرف ایک ایسی چیز رہ گئی جس میں شریف اور بہادر آدمی دشمن کو کم سے کم ممکن نقصان پہنچا کر اس کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔

اس اصلاحی تعلیم نے آٹھ سال کی قلیل مدت میں جو عظیم الشان نتائج پیدا کیے، اس کا بہترین نمونہ فتح مکہ ہے۔ ایک طاقت پر دوسری طاقت کی فتح اور خصوصاً دشمن کے بڑے شہر کی تسخیر کے موقع پر وحشی عرب ہی نہیں بلکہ متمدن روم وایران میں بھی جو کچھ ہوتا تھا، اسے پیش نظر رکھیے اس کے بعد غور کیجیے کہ وہی عرب جو چند برس پہلے تک جاہلیت کے طریقوں کے عادی تھے اسی شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں جس سے آٹھ ہی برس پہلے ان کو بری طرح تکلیفیں دے دے کر نکالا گیا تھا اور انہی دشمنوں پر فتح حاصل کرتے ہیں جنھوں فاتحوں کو گھر سے بے گھر کرنے پر قناعت نہیں کی تھی بلکہ جس جگہ اُنہوں نے پناہ لی تھی وہاں سے بھی ان کو نکال دینے کے لیے کئی مرتبہ چڑھ کر آئے تھے۔ ایسے شہر اور ایسے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے مگر کوئی قتل عام نہیں کیا جاتا، کسی قسم کی لوٹ مار نہیں ہوتی، کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو سے تعرض نہیں کیا جاتا، پرانے اور کٹر دشمنوں میں سے کسی پر انتقام کا ہاتھ نہیں اٹھتا، تسخیر شہر کی پوری کارروائی میں صرف چوبیس آدمی مارے جاتے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دست درازی میں پیش قدمی خود ان کی طرف سے ہوئی۔

سالارِ فوج ﷺ داخلہ سے پہلے اعلان کر دیتا ہے کہ جب تک تم پر کوئی ہاتھ نہ اُٹھائے تم

بھی ہاتھ نہ اُٹھانا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی منادی کی جاتی ہے کہ جو کوئی اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا، اسے امان ہے اور جو کوئی ہتھیار ڈال دے گا، اسے بھی امان ہے جو کوئی ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اسے بھی امان ہے۔ پھر تکمیل تسخیر کے بعد فاتح سردار ﷺ کے سامنے دشمن ایک ایک کر کے لائے جاتے ہیں جنہوں نے ان کو تیرہ برس تک انتہائی اذیتیں پہنچانے کے بعد آخر جلاوطنی پر مجبور کیا تھا۔ جو گھر سے نکالنے کے بعد اس کو اور اس کے دین کو دنیا سے مٹا دینے کے لیے بدر واُحد اور احزاب میں بڑی بڑی تیاریاں کر کے گئے تھے۔ یہ دشمن گردنیں جھکائے ہوئے آکھڑے ہوتے ہیں۔ فاتح ﷺ پوچھتے ہیں: اب تم کیا امید کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ مفتوح شرم ساری کے ساتھ جواب دیتے ہیں: أخ کریم وابن أخ کریم ''تو فیاض بھائی ہے اور فیاض بھائی کا بیٹا ہے۔''

اس پر فاتح کہتے ہیں: «لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا أنتم الطلقاء»[1]
''جاؤ تم آزاد ہو آج تم سے باز پرس نہیں۔''

- یہ صرف جان ہی کی بخشش نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ فاتح اور اُس کی فوج نے اُن جائیدادوں کو بھی اُنہیں کے حق میں معاف کر دیا جو آٹھ برس پہلے ان کی مِلک میں تھیں۔
- ہبار بن اسود جو فاتح ﷺ کی جوان بیٹی سیدہ زینبؓ کا قاتل تھا، عاجزی کے ساتھ مسلمان ہوا اور معاف کیا گیا۔
- وحشی بن حرب جس نے فاتح کے نہایت محبوب چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، مسلمان ہوا اور بخشا گیا۔
- ہند بنت عتبہ جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ [2]چبا گئی تھی، اپنی انتہائی شقاوت کے باوجود فاتح کے غضب سے محفوظ رہی اور آخر عفو و درگزر کا دامن اس کے لیے بھی وسیع ہوا۔

---

1 بیہقی: ۱۱۸/۹
2 سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ مستند طور پر ثابت شدہ نہیں، مزید تفصیل کے لئے دیکھیں ماہنامہ 'محدث' اکتوبر ۲۰۰۸ء، 'ہندہ بنت عتبہ کے متعلق مبالغہ آمیز قصہ' از مولانا عبدالجبار سلفی (ادارہ)

- سب سے بڑے دشمنِ اسلام ابو جہل کا بیٹا عکرمہ جو خود بھی بڑا دشمن اسلام تھا، مسلمان ہوا اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی صف میں شامل کیا گیا۔
- ان کے علاوہ عبد اللہ بن ابی سرح، سارہ اور کعب بن زبیر جو سب کے سب فاتح کے جانی دشمن تھے، معاف کیے گئے۔

جنگ کے مہذب قوانین

اطاعتِ امام

جنگ کو ایک ضابطہ کے تحت لانے کے سلسلہ میں اسلام کا پہلا کام یہ تھا کہ اس نے فوجی نظام میں مرکزیت پیدا کی اور فوج میں سمع وطاعت کا زبردست قانون جاری کیا۔ اسلام کے قواعدِ حرب میں اوّلین اور اہم ترین قاعدہ یہ ہے کہ کوئی خفیف سے خفیف جنگی کارروائی بھی امام کی اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی۔ دشمن کو قتل کرنا، اس کے مال پر قبضہ کرنا، اس کو قید کرنا، اس کے جنگی آلات کو برباد کر دینا فی نفسہٖ جائز ہونے کے باوجود ایسی حالت میں سخت ناجائز بلکہ گناہ ہو جاتا ہے جب کہ امام کے حکم اور اجازت کے بغیر ایسا کیا جائے۔

جنگِ بدر سے پہلے جب حضرت عبد اللہ بن جحش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر قریش کی ایک جماعت سے جنگ کی اور کچھ مالِ غنیمت بھی لوٹ لائے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور ان کے مالِ غنیمت کو ناجائز قرار دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ان کو یہ کہہ کر ملامت کی تھی کہ صنعتم ما لم تومروا به "تم نے وہ کام کیا ہے جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔"

حضرت خالدؓ بنو خزیمہ کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجے گئے اور وہاں اُنہوں نے امام کی اجازت کے بغیر ایک غلط فہمی کی بنیاد پر قتل کا بازار گرم کر دیا۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ غضب سے بے تاب ہو کر کھڑے ہوگئے اور فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا: «اجعل أمر الجاهلية تحت قدميك» تم اس جاہلیت کے کام کو جا کر مٹا دو۔ اسلام نے اطاعتِ امام کو خود خدا اور رسول اللہ کی اطاعت کے بعد

ضروری قرار دیا ہے اور امام کی نافرمانی کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے بعد کا درجہ دیا ہے۔

ایفائے عہد

اسلامی قانون نے جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں وفائے عہد کی سخت تاکید کی ہے۔

حقیقتاً اخلاقیات کے قواعدِ اصلیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو سخت سے سخت ضرورت کی حالت میں بھی اپنے عہد پر قائم رہنا چاہیے۔ بدعہدی سے خواہ کتنا ہی بڑا فائدہ پہنچتا ہو اور وفائے عہد سے کتنا ہی شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، اسلام بہر صورت میں اپنے پیرووں کو تاکید کرتا ہے کہ اس فائدے کو چھوڑ دیں اور اس نقصان کو برداشت کر لیں۔ کیونکہ نہ بدعہدی کا بڑے سے بڑا فائدہ اس نقصان کی تلافی کر سکتا ہے جو اس سے انسان کے اخلاق اور روحانیت کو پہنچتا ہے اور نہ ایفائے عہد کا کوئی بڑے سے بڑا نقصان اس اخلاقی اور روحانی فائدے کو کم کر سکتا ہے جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ جس طرح انفرادی اور شخصی زندگی پر حاوی ہے، اسی طرح اجتماعی اور قومی زندگی پر بھی حاوی ہے۔ آج کل دنیا میں یہ دستور بن گیا ہے کہ جن کاموں کو ایک شخص اپنی ذاتی حیثیت میں سخت شرمناک سمجھتا ہے، انہیں ایک قوم اپنی اجتماعی زندگی میں بے تکلف کر گزرتی ہے اور اسے کوئی عیب نہیں سمجھتی۔ سلطنتوں کے مدبرین اپنی ذاتی حیثیت میں کیسے اخلاقِ فاضلہ و تہذیبِ کاملہ کے مالک ہوں مگر اپنی سلطنت کے فائدے اور اپنی قوم کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا، بے ایمانی کرنا، عہد توڑ دینا، وعدہ خلافیاں کرنا بالکل جائز سمجھتے ہیں اور بڑی بڑی مدعی تہذیب سلطنتیں ایسی بے باکی کے ساتھ یہ حرکات کرتی ہیں کہ گویا کہ یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ لیکن اسلام اس معاملہ میں فرد اور جماعت، رعیت اور حکومت، شخص اور قوم میں کوئی امتیاز نہیں کرتا اور بدعہدی کو ہر حال میں ہر غرض کے لیے ناجائز قرار دیتا ہے۔ خواہ وہ شخصی فائدے کے لیے ہو یا قومی فائدے کے لیے:

﴿ وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَ لَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَ قَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴾[1]

---

1 النحل: ۹۱

''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں عہد وپیمان باندھو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔''

معاہدین اور غیر معاہدین

اسلامی قانون تمام غیر مسلم لوگوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ جس سے معاہدہ ہے، دوسرے وہ جن سے معاہدہ نہیں ہے۔ معاہدین جب تک تمام شرائط معاہدہ پر قائم رہیں گے، ان کے ساتھ شرائط کے مطابق معاملہ کیا جائے گا اور جنگ میں ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا:

﴿ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴾[1]

''سوائے ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو۔''

ان روشن اور عادلانہ اُصولوں کی روشنی میں آج کی جنگوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے ظالمانہ طریقوں کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج ملکوں پر کارپٹ بمباری ہوتی ہے، بے گناہ شہریوں کا قتل عام ہوتا ہے۔ قیدیوں کے ساتھ ایسے ظالمانہ برتاؤ ہوتے ہیں جو درندگی اور وحشت کی انتہا پر پہنچے ہوتے ہیں۔ ابو غریب جیل میں کنٹینرز میں ہزاروں لوگوں کو بند کر کے مار دیا گیا اور گوانتاناموبے میں قیدیوں کو کھانا گندگی میں ملا کر کھلایا جاتا ہے اور ان کو قضائے حاجت کی جگہوں میں بند کیا جاتا ہے، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ایسا سب کچھ کرنیوالے تہذیب کے داعی ہوں اور دنیا بھر میں انسانی حقوق کے محافظ بنتے پھریں۔ دنیا آج پھر اسلام کے عادلانہ حکمرانی اور اسکے عادلانہ طور طریقوں کی منتظر ہے!!

1 التوبہ:۴